وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور اچھے اچھے کام کرے اور کہے کہ میں بھی یقیناً (خدا کے) فرمانبردار بندوں میں سے ہوں

کتاب مستطاب

احسن الفوائد

فی

شرح العقائد

اصل رسالہ اعتقادیہ

ازقلم حقیقت رقم

حضرت صدوق العلماء العاملین رئیس الفقہاء والمحدثین جناب
شیخ ابو جعفر محمد بن علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی اعلی اللہ مقامہ

مترجم رسالہ

فاضل محقق مولانا سید منظور حسین بخاری مرحوم

شارح رسالہ

صدر المحققین، سلطان المتکلمین سرکار علامہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مجتہد العصر والزمان مدظلہ

منیجر مکتبۃ السبطین ۲۹۶ - بی ۹ سیٹلائٹ ٹاؤن بلاک بی سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ

اس سے بہتر بات کس کی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور اچھے کام کرے اور کہے کہ میں بھی یقیناً خدا کے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں

کتاب مستطاب

احسن الفوائد
في
شرح العقائد

جس میں

تمام شیعہ عقائد و مسلمات کو قرآن کریم، احادیث معصومین اور عقل سلیم کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے اور دیگر فرقہائے اسلام کے مقابلہ میں دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے شیعہ اصول و عقائد کی برتری واضح کی گئی ہے اور ہر ہر موضوع پر ملاحدہ و منکرین کے جملہ شکوک و شبہات کو عقلی و نقلی ادلہ سے علوم قدیمہ اور جدیدہ کی روشنی میں رد کیا گیا ہے

متن: سرکار صدوق العلماء العاملین رئیس الفقہاء والمحدثین حضرت شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی علیہ الرحمۃ

شرح: سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ محمد حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی علی رؤس المومنین

۲۹۶۔ بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

ثنائی پریس بلاک نمبر 1 سرگودھا

فون 7/1868

سیدھم وافضلھم وانہ جآء بالحق وصدق المرسلین وان الذین کذبوہ لذائقون العذاب الالیم وان الذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون

افضل واشرف اور ان سب کے سردار ہیں۔ یہ جنابؐ حق کے ساتھ تشریف لائے۔ اور گذشتہ انبیاء کی تصدیق وتائید فرمائی۔ جن لوگوں نے آنجنابؐ کی تکذیب کی وہ دردناک عذاب کا ذائقہ چکھیں گے اور جو لوگ آنجنابؐ پر ایمان لائے۔ ان کا احترام اور ان کی نصرت کی۔ اور ساتھ ساتھ اس نورِ مقدس کی اتباع بھی کی۔ جو آنحضرتؐ کے ساتھ نازل ہوا تھا۔ تو بس یہی انسان کامیاب ہونے والے اور رستگاری پانے والے ہیں۔

کیا خدا نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ انسان راہنمائی کا فریضہ انجام نہیں دے سکتا ابشر یھدوننا (تغابن - ۱) کیا بشر ہمیں ہدایت کریں گے؟ اس شبہ کا شکار ہو کر عیسائی حضرت عیسٰیؑ کی انسانیت کا انکار کر بیٹھے۔ غرضیکہ ہمیشہ کفار نے یہ کہہ کر ان انتم الا بشر مثلنا (ابراہیم - ۲) تم نہیں ہو مگر ہماری طرح بشر۔

تصویر کے دونوں رخ

انبیاء علیہم السلام نے ان کے جواب میں ہمیشہ اپنی بشریت کے اقرار کے ساتھ ساتھ اپنے دوسرے جنبہ کی نشاندہی کراتے ہوئے کہا کہ ہم ہیں تو بشر و انسان مگر خدائے رحمٰن کے خاص لطف وکرم اور فضل واحسان یعنی نبوت اور اس کی خصوصیات سے سرفراز ہیں۔ قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ (ابراہیم - ۲) ان کے رسولوں نے جواب میں کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح بشر۔ لیکن خدا اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔" اس طرح انبیاء نے تصویر کا دوسرا رخ پیش کر کے ان کو دعوتِ فکر دی۔ با دیگر پیغمبروں کی طرح جناب خاتم الانبیاء نے بھی بحکم پروردگار بار بار یہ اعلان فرمایا۔ انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد (کہف - ۱۲) میں تمہاری طرح بشر ہوں (ہاں البتہ) مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ ایک مقام پر کفار کے چند غلط اور ناجائز مطالبات کے جواب میں تعلیم ایزدی فرماتے ہیں۔ سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا۔ (اسراء - ۱۱) سبحان اللہ! تو میں تو ایک بشر اور رسول ہوں۔ اس فرمان واجب الاذعان سے جہاں اس گروہ کے نظریات فاسدہ کی رد مقصود ہے جو نبیوں کو صفاتِ الوہیت کا حامل مانتے تھے۔ وہاں ان لوگوں کے خیال باطل کا ابطال بھی مدنظر ہے۔ جو پیغمبروں کو

الفائزون ویجب ان یعتقد ان اللہ عزوجل لم یخلق خلقاً افضل من محمد والائمۃ علیھم السلام وانھم احب الخلق الی اللہ واکرمھم واولھم اقراراً بہ لما اخذ اللہ میثاق النبیین واشھدھم علی انفسھم الست بربکم

یہ عقیدہ رکھنا واجب ہے۔ کہ خدائے عزوجل نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی۔ جو جناب سرور کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام سے افضل ہو۔ یہ حضرات خداوند عالم کو اپنی تمام کائنات سے زیادہ محبوب اور زیادہ محترم ہیں۔ یہی وہ پاک و پاکیزہ ہستیاں ہیں جنہوں نے سب سے پہلے (عہد الست میں) خداوند عالم کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا جب کہ خدا نے تمام نبیوں سے عہد و پیمان لیا۔ اور ان کو اپنے نفوس پر گواہ بنا کر فرمایا تھا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟

عام انسانوں جیسا ایک انسان سمجھتے تھے۔ ان آیات میں جہاں اعلانِ بشریت ہے وہاں اس کے ساتھ رسالت اور وحی و نبوت کا بھی اعلان ہے۔ نظر بر ایں یہاں ان بیسیوں خصائص و لوازم کا بھی اعلان ہے جو حامل وحی نبوت ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ ایک افراط پسند گروہ ایسا ہے جو نبوت کے ڈانڈے توحید سے ملا دیتا ہے۔ اور دوسرا وہ تفریط پسند گروہ ہے جو برملا یہ کہتا ہے کہ پیغمبروں کو عام انسانوں پر کسی قسم کی کوئی بلندی و برتری حاصل نہیں سوائے اس کے کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے اور عام انسان اس سے محروم ہیں۔ حالانکہ صاحبانِ عقل و خرد سمجھتے ہیں کہ وحی کے فارق ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نبی القائے ربانی (وحی) سے متصف ہونے کے علاوہ بقیہ تمام اوصاف و کمالات یا نقائص و عیوب میں عام انسانوں کے برابر ہوتا ہے۔ یہ کہنا تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ عالم و جاہل میں صرف علم کا فرق ہے! تو اس کے یہ معنی نہیں کہ علم و جہل کے علاوہ علم و جہل کے مقتضا اوصاف میں دونوں برابر ہیں۔ اور ان میں عقل، اخلاق، تہذیب و شرافت، حکمت و دانائی میں کوئی فرق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں علم و جہل کا فرق بیان کر کے ان دونوں کے درمیان علم و جہل کے سینکڑوں لوازم و خصائص کا فرق تسلیم کر لیا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح نبی اور غیر نبی میں "وحی" کا فرق بیان کر کے صاحب وحی اور غیر صاحب وحی انسانوں کے درمیان ان سینکڑوں لوازم و خصائص اور اوصاف و کمالات کا فرق تسلیم کرنا پڑے گا۔

ایک مشہور غلط فہمی کا ازالہ

جو لوگ انبیاء و رسل کو مافوق انسان کسی اور وہمی نوع کے افراد سمجھتے ہیں۔ وہ درحقیقت اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کو انسان تسلیم کر لیا تو پھر تمام انسانی اوصاف و کمالات اور نقائص و عیوب میں ان کو عام انسانوں جیسا تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ

قالوا بلی وان الله بعث نبیه محمدؐ للانبیاء فی الذر وان الله عز و جل اعطی ما اعطی کل نبی علی قدر معرفته ومعرفة نبینا محمدؐ اکانت اکبر و اعظم وسبقه الی الاقرار به ونعتقد ان الله تبارک وتعالی خلق جمیع الخلق له ولاهل بیته وانه لولاهم

تو سب سے پہلے جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اہل بیتؑ نے اقرار کیا تھا۔ روز میثاق خداوند کریم نے تمام انبیاء پر آنجنابؐ کو مبعوث فرمایا۔ اور خدا نے انہیں وہ سب فضائل و کمالات (مع شیٔ زائد) عنایت فرمائے جو دیگر انبیاء کو ان کی معرفت کے مطابق مرحمت فرمائے تھے۔ کیونکہ ہمارے رسولؐ کی معرفت سب سے بڑھی ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے رب العالمین کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا۔

ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ خداوند عالم نے تمام کائنات اور موجودات کو محمد و آل محمد علیہم السلام کی خاطر پیدا فرمایا ہے۔ اگر یہ بزرگوار نہ ہوتے تو درجات کا تفاوت موجود ہے۔ اور ہر ہر نوع کے افراد میں فاضل و مفضول پائے جاتے ہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایرانی ہیرو رستم و سہراب انسان نہ تھے؟ یا یونانی عقل و علم کے مجسمے ارسطو و افلاطون انسانیت کے مافوق کوئی مخلوق تھے؟ یا باقل و ابن ہبنقہ جو حماقت و بلادت میں ضرب المثل ہیں۔ وہ انسان نہ تھے؟ ہاں یہ ضرور ہے کہ اول الذکر حضرات بشریت و انسانیت میں اشتراک کے باوجود اپنے اپنے دائرہ میں اپنے کمالات کی بنا پر عام انسانوں سے بلند تر تھے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی عام لوگوں کے ساتھ بشریت و انسانیت میں اشتراک کے باوجود وحی اور اس کے خصائص و لوازم میں عام انسانوں کی سطح سے بہت بلند و بالا ہیں اور اخلاقی، روحانی، علمی، عملی اور قلبی و دماغی حیثیت سے عام انسانوں سے اجل و ارفع ہیں۔

بلکہ اگر دقتِ نظر سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیغمبر بعض جسمانی خصائص میں بھی دوسرے لوگوں سے ممتاز و منفرد ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ پیغمبر کے قلب و دماغ پر نیند کا اثر نہیں ہوتا۔ ان کا ارشاد ہے۔ میری آنکھ سوتی ہے۔ مگر دل نہیں سوتا۔ ظاہر ہے کہ عام انسانوں کی یہ کیفیت نہیں ہے۔ جناب رسولؐ خدا فرمایا کرتے تھے۔ کہ صفوں کو سیدھا کیا کرو۔ کیونکہ میں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی ویسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے کیا عام لوگوں کی قوتِ بصارت ایسی ہوتی ہے؟

جب پیغمبر سے معمولی ـــــــ کی وجہ سے ان کی ازواج تعلق کے بعد عام عورتوں جیسی نہیں رہتیں جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے۔ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن (احزاب - ۴) اے پیغمبر کی بیبیو! تم ایسی نہیں ہو جیسی ہر عورت۔ اگر خدا کا ڈر رکھو۔ تو خود پیغمبرؐ کس طرح "کاحد من الرجال" ہو سکتا ہے؟ الغرض نبی اور غیر نبی میں وحی نبوت کا جو فرق ہے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ ان دونوں میں وحی و رسالت کے تمام لوازم، خصوصیات اور اوصاف میں فرق و امتیاز ہے۔ لہٰذا کسی انسان کامل کو صاحب وحی ماننے کے

لما خلق الله سبحانه السماء والارض ولا الجنة ولا النار ولا آدم ولا حوا ولا الملئکة ولا شیئا مما خلق صلوات الله علیہم اجمعین واعتقادنا ان حجج الله علی خلقه بعد نبیه محمد الائمة الاثنی عشر

خدائے عز وجل نہ زمین وآسمان کو پیدا کرتا نہ جنت و دوزخ کو نہ آدمؑ وحوا پیدا ہوتے۔ اور نہ فرشتے عالم وجود میں آتے اور نہ کائنات عالم کی کوئی چیز پیدا ہوتی۔ ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مخلوق پر حجت ہائے خداوندی بارہ امام ہیں

ساتھ ان تمام خصائص ولوازم کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا جن کا ایک نبی یا رسول میں پایا جانا ضروری ہے۔ (سیرۃ النبی)

بعثت انبیاء کی ضرورت اور غرض وغایت

بعثت انبیاء کی ضرورت اور اس کی غرض وغایت کے سلسلہ میں متعدد وجوہ بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں صرف بعض اہم امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ (۱) خلاق عالم نے انسان میں دو قسم کی قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ ایک قوتِ ملکیہ روحانیہ، دوسری قوتِ بہیمیہ جسمانیہ۔ اس خالقِ حکیم نے یہ انتظام فرمایا ہے۔ کہ قوتِ بہیمیہ کے امراض واسقام کے ازالہ کے لئے ڈاکٹر وحکیم پیدا فرمائے ہیں۔ ضرورت تھی کہ خدائے حکیم قوتِ ملکیہ کی نشو ونما اور اس کے روحانی امراض کے علاج معالجہ کے لئے بھی کچھ ایسے حضرات قدسی صفات مقرر فرمائے۔ جو صورت میں تو انسان ہی ہوں۔ مگر قوتِ ملکیہ کے کامل اور دیگر کمالات کے اتم واکمل ہونے کی وجہ سے ملائکہ سے بھی افضل ہوں۔ انہی کو اصطلاح شریعت میں "انبیاء ومرسلین" کہا جاتا ہے۔ ارشاد قدرت ہے۔ یا ایھا الناس قد جاءتکم موعظة من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدی ورحمة للمومنین (سورہ یونس پ ۱۱ ع ۶) (۲) جب ایک عقل مند انسان دلائل عقلیہ فطریہ سے یہ معلوم کر لیتا ہے کہ اس کا ایک خالق و مالک ہے۔ تو وہ یہ سوچتا ہے کہ اس کی غرضِ خلقت کیا ہے؟ نہ تو یہ بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہو سکتا ہے اور خداوند عالم اس سے اجل وارفع ہے۔ کہ اس کی بزم میں آ سکے۔ تو اس امر کے معلوم کرنے کے لئے کہ اس کی خلقت سے خدائے عز وجل کی غرض وغایت کیا ہے؟ کن باتوں سے انہیں قربِ ایزدی حاصل ہوگا؟ اور کن امور کی وجہ سے وہ بارگاہِ قدس سے دور ہو جائے گا؟ خالق کی رضامندی کن باتوں میں پوشیدہ ہے؟ اور اس کی ناراضی کن چیزوں میں منحصر ہے؟ ان حقائق کو سمجھنے کے لئے ضرورت تھی کہ کچھ وسائط درمیان میں موجود ہوں۔ جو دو جنبے رکھتے ہیں۔ ایک جنبہ وہ ہو۔ جو جمال وکمال احدیت کا پرتو ہو۔ جس کی

اولهم امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ثم الحسنؑ ثم الحسینؑ ثم علی بن الحسینؑ ثم محمد بن علیؑ ثم جعفر بن محمدؑ ثم موسیٰ بن جعفرؑ ثم علی بن موسیٰ الرضاؑ ثم محمد بن علیؑ ثم علی بن محمدؑ ثم حسن بن علیؑ ثم محمد بن الحسن الحجۃ القائمؑ

جن سے پہلے امام حضرت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام دوسرے امام حسنؑ۔ تیسرے امام حسینؑ چوتھے حضرت امام زین العابدینؑ پانچویں حضرت امام محمد باقرؑ چھٹے جناب امام جعفر صادقؑ۔ ساتویں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ آٹھویں حضرت امام علی رضاؑ۔ نویں جناب امام محمد تقیؑ۔ دسویں حضرت امام علی نقیؑ۔ گیارہویں حضرت امام حسن عسکریؑ اور بارہویں جناب مہدیؑ۔

وجہ سے خالقِ عالم سے احکام و تعلیمات حاصل کر سکیں۔ اور دوسرا جنبہ وہ ہو جس میں وہ عام انسانوں کی طرح معلوم ہوں۔ تاکہ لوگوں کو وہ احکام پہنچا سکیں۔ اور ان کی زندگی اور ان کی سیرت و کردار عام لوگوں کے لئے مشعلِ راہ بن سکے ؎

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شاغل   خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا

ایسے ہی وسائط اور وسائل کو اصطلاحِ شریعت میں نبی و رسولؐ کہا جاتا ہے۔ ان کی حیثیت خالق و مخلوق کے درمیان وسائل اور روابط کی مانند ہوتی ہے۔ جس طرح بلا تشبیہ بادشاہ اور رعیت کے درمیان وزراء واسطہ ہوتے ہیں جو بادشاہ کے احکام سے رعایا کو آگاہ کرتے ہیں۔ اسی طرح خداوند عالم اور اس کے بندوں کے درمیان انبیاء وسیلہ اور سفیر ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کو خالق کی مرضی و منشاء کی اطلاع دیتے ہیں۔ تاکہ لوگ اپنے مقصودِ خلقت کی تکمیل کر کے فلاح و نجاح دارین حاصل کر سکیں۔ ظاہر ہے کہ تنہا عقلِ انسانی ان حقائق کو سمجھنے سے عاجز و قاصر ہے۔

(۳) یہ امر محتاجِ دلیل نہیں ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے۔ تنہا اپنی تمام ضروریات پورا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنے بنی نوع انسان کے تعاون اور ان کے ساتھ اجتماع کا محتاج ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس اجتماع میں ذاتی جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کی وجہ سے جنگ و جدال اور قتل و قتال کا صرف ظنِ غالب ہی نہیں بلکہ یقینِ کامل ہے۔ اس لئے ایک بہترین قانون اور قانون دان حاکم عادل کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ انسانی دماغ کا ساختہ پرداختہ قانون اور عام خطاکار حاکم اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔ اس لئے ضرورت ہے قانونِ الٰہی اور کامل انسان کی جو اسے بلا رد و رعایت نافذ کر کے اصلاحِ معاشرہ کر سکے۔ اسی قانون کو دین اور

بامر اللہ صاحب الزمان وخلیفۃ الرحمٰن فی ارضہ الحاضر فی الامصار الغائب عن الابصار صلوات اللہ علیہم اجمعین واعتقادنا فیہم انہم اولوا الامر الذین امر اللہ بطاعتہم وانہم شہداء علی الناس وانہم ابواب اللہ

صاحب العصر والزمان اور خلیفۂ رحمٰن ہیں۔ جو حجتِ خدا اور قائم بامر اللہ ہیں آنکھوں سے غائب مگر شہروں میں حاضر ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔ ان بزرگواروں کے متعلق ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ یہ وہی اولی الامر ہیں جن کی اطاعت و فرمانبرداری کا خدائے تعالےٰ نے حکم دیا ہے۔ یہ تمام لوگوں کے گواہ خدا کے (علوم کے) دروازے

حاکم کو نبی و رسول کہا جاتا ہے۔

انبیاء کی شناخت کا معیار

مذکورہ بالا بیانات سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کسی مدعی نبوت و رسالت کے پہچاننے کا حقیقی معیار یہ ہے کہ جب کوئی شخص دعوائے نبوت و رسالت کرے اور تمام گناہانِ صغیرہ وکبیرہ سے اس کا دامنِ عصمت پاک وصاف ہو۔ اور عقائد صحیحہ۔ اعمال صالحہ۔ اخلاقِ حسنہ کا مالک ہو۔ اور وہ کوئی نہ کوئی معجزہ بھی رکھتا ہو۔ جو عقلاً ممکن ہونے کے ساتھ ساتھ محال عادی اور خارق عادت ہو۔ جس کا مثل ونظیر لانے سے تمام دنیا والے عاجز وقاصر ہوں۔ تو اس سے یقین ہو جائے گا۔ کہ وہ شخص منجانب اللہ بھیجا ہوا ہے۔ اور اپنے دعویٰ میں صادق اور راست باز ہے۔ فمن ذلک الطریق فاطلب الیقین بالنبوۃ۔

اسی طرح صداقت انبیاء معلوم کرنے کے بعض اور طریقے بھی ہیں۔ مثلاً یہ کہ حقیقی انبیاء کی پیشانیوں پر خوف وخشیہ اور تقویٰ الٰہی کے انوار ضوء آفتاب کی طرح واضح و آشکار ہوتے ہیں۔ رشد و ہدایت اور صلاح وفلاح کے آثار ان کے اعضاء وجوارح سے ہویدا ہوتے ہیں۔ اور وہ ارباب دول اور امراء وسلاطین سے بے تعلق تمام شہوات اور لذائذ دنیا سے متنفر ہوتے ہیں۔ اہل اللہ کے دل خود بخود ان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ بخلاف ارباب مکر وتزویر کے کہ ان کے حالات و کوائف ان کے برعکس ہوتے ہیں۔ وہ امراء وسلاطین کی طرف مائل۔ لذائذ وشہوات میں منہمک اور حب دنیا میں مستغرق ہوتے ہیں۔ بہرحال صادقین وکاذبین کے صفات وسمات۔ اقوال وافعال صورت وسیرت ظاہر وباطن میں وہی فرق ہوتا ہے جو نور وظلمت اور لیل ونہار میں ہے۔ کوئی کاذب ومفتری اور متنبی اپنے اصلی عادات وخصائل اور رذائل کو چھپانے کی ہزار کوشش کرے مگر حقیقت ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے بقول۔۔۔

والسّبیل الیہ والادلاء علیہ و انھم عیبۃ علمہ وتراجمۃ وحیہ وارکان توحیدہ وانھم معصومون من الخطاء والزلل وانھم الّذین اذھب اللہ عنھم الرّجس وطھّرھم تطھیرا وان لھم المعجزات والدلائل وانھم

اس تک پہنچنے کا راستہ و ذریعہ ہیں۔ اور اس کی معرفت کے راہبر ہیں۔ اس کے علم کے خزانہ، اس کی وحی کے ترجمان اور اس کی توحید کے ارکان ہیں۔ یہ سب بزرگوار خطاء سے منزہ۔ لغزش سے محفوظ اور گناہ سے معصوم ہیں۔ یہی وہ حضرات ہیں۔ جن سے خدا نے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھا ہے۔ اور ان کو ایسا پاک رکھا ہے۔ جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے یہ حضرات صاحب معجزات و دلائل تھے نیز یہ بزرگوار

ومھما تکن عند امرأ من خلیقۃ ۔ وان خالھا تخفیٰ علی الناس تعلم

اسی طرح انبیاء کی پہچان کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ جب وہ گذشتہ واقعات اور آئندہ آنے والے حوادث و حالات کی خبر دیں تو وہ بات بلاکم و کاست درست ثابت ہو۔ پیشگوئیوں کی صداقت پیشگوئی کرنے والے شخص کی صداقت کی بیّن دلیل ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کا علم وہبی و لدنی ہوتا ہے نہ کسبی و اکتسابی اسی طرح پیچھے مدعی نبوت کی شناخت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس کی شریعت کے احکام و مسائل اور عقائد و تعلیمات کو عقل سلیم اور فطرتِ صحیحہ کے میزان پر جانچا جائے۔ اگر اس کی تعلیمات عقلِ سلیم اور فطرتِ صحیحہ کے مطابق ہوں تو اس کی تعلیمات کا مطابق عقل و فطرت ہونا بھی اس کے منجانب اللہ مبعوث ہونے کی دلیل متصور ہوگی۔ اسی طرح سابق مسلم النبوت نبی کا کسی آنے والے بزرگ کی نبوت کا اعلان کرکے اس کے نام و نشان کی معرفی کرانا بھی پہچان کا ایک قطعی طریقہ ہے۔ بہر کیف کسی شخص کے دعوائے نبوت کی صداقت معلوم کرنے کا بہترین معیار عصمت اور معجزہ کا وجود ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس معیار کو عوام و خواص سب لوگ سمجھ سکتے ہیں لہٰذا جس دعویدارِ نبوت کا دامن ان دو نعمتوں سے تہی ہو۔ تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ متنبی اور مفتری ہے۔ کائنا من کان کما لا یخفیٰ علی اولی الاذھان۔

معجزہ کی تعریف

لغوی طور پر معجزہ کے معنی ہیں عاجز کنندہ۔ اور اصطلاح متکلمین میں معجزہ خداوند عالم کے اس خارق عادت فعل کا نام ہے جسے وہ اپنے کسی نبی یا اس کے وصی کی صداقت و حقانیت ثابت کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے۔ بشرطیکہ اس کا ظہور مقرون بالتحدی ہو (دعوائے نبوت و امامت کے ساتھ ہو) لہٰذا اگر ایسا کوئی فعل نبی و امام سے اعلان نبوت و امامت سے

معجزہ اور سحر میں فرق

عام طور پر یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ جو کام ایک نبی بمقام اعجاز میں انجام

أمان لأهل الأرض كما أن النجوم أمان لأهل السماء ومثلهم في هذه الأمة كسفينة نوح من ركبها نجى وكباب حطة وأنهم عباد الله المكرمون الذين لا يسبقونه بالقول وهم بأمره يعملون نعتقد فيهم

تمام اہل زمین کے لئے اسی طرح باعث امن و امان ہیں۔ جس طرح آسمان والوں کے لئے ستارے باعث امان ہیں۔ ان مقدس حضرات کی مثال اس امت میں کشتی نوح کی سی ہے۔ جو اس پر سوار ہو گیا۔ وہ نجات پا گیا نیز ان کی مثال بنی اسرائیل کے باب حطہ کی مانند ہے (جو اس سے داخل ہوا اس کے سابقہ گناہ معاف ہو گئے) یہ سب کے سب خداوند عالم کے ایسے مکرم و معظم بندے ہیں۔ جو کسی بات میں بھی اس کے حکم سے سرمو تجاوز نہیں کرتے۔ اور اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ہم ان حضرات کے بارے میں یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔

دیتا ہے۔ وہی کام ایک شعبدہ باز، جادوگر اور مسمریزم جاننے والا شخص بھی انجام دے سکتا ہے۔ لہٰذا معجزہ کیسے دلیل نبوت بن سکتا ہے؟ اس لئے ضروری ہے کہ معجزہ اور جادو کا باہمی فرق یہاں بیان کر دیا جائے سو مخفی نہ رہے۔ کہ معجزہ اور جادو میں متعدد فرق ہیں۔ یہاں بعض فرق پیش کئے جاتے ہیں۔

فرق اول معجزہ اور جادو میں فرق یہ ہے کہ جادو ایک فن و علم ہے۔ جو پڑھنے پڑھانے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن معجزہ تعلیم و تعلم اور کسب و اکتساب سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

فرق دوم جادو کا معارضہ و مقابلہ ممکن ہوتا ہے۔ ایک جادوگر دوسرے ساحر کے سحر کو باطل کر سکتا ہے۔ مگر معجزہ کا کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور کوئی شخص اسے باطل نہیں کر سکتا۔ معجزہ کے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ سب کو عاجز کر دینے والا ہو۔

فرق سوم جادو مخصوص مادی اسباب و آلات خفیہ نیز اوقات مخصوصہ اور شرائط و قواعد معینہ کا محتاج ہوتا ہے۔ مگر معجزہ میں کسی سبب یا آلہ یا کسی زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہوتی جب ضرورت ہر وقت اور ہر جگہ اعجاز نمائی کی جا سکتی ہے۔ وہ صرف امر الٰہی سے صادر ہوتا ہے۔ وبس۔

فرق چہارم معجزہ میں حقیقت و واقعیت ہوتی ہے۔ مگر جادو اور شعبدہ وغیرہ میں فقط نظر بندی ہوتی ہے۔ کسی شئی کی حقیقت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن معجزے میں جو انقلاب و تغیر ظاہر ہوتا ہے وہ فی الحقیقت اصل شئے میں رونما بھی ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی نبی و رسول یا امام کسی سنگریزے کو انگور بنا دے۔ تو اس سے پتھر والے خواص سلب ہو جائیں گے۔ اور وہ سنگریزہ فی الحقیقت انگور بن

ان حبہم ایمان و بغضہم کفر و ان امرھم امر اللہ و نہیہم نہی اللہ و طاعتہم طاعۃ اللہ و معصیتہم معصیۃ اللہ و ولیہم ولی اللہ و عدوھم عدو اللہ و نعتقد ان الارض لا تخلو من حجۃ للہ علی خلقہ اما ظاہر او خائفا

کہ ان کی محبت عین ایمان اور ان سے عداوت کھلم کھلا کفر ہے۔ ان کا حکم خدا کا حکم۔ ان کی نہی خدا کی نہی ہے ان کی اطاعت خدا کی اطاعت اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ ان کا دوست خدا کا دوست اور ان کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ ہمارا یہ بھی اعتقاد ہے کہ زمین کبھی ایسے شخص سے خالی نہیں رہ سکتی۔ جو مخلوق پر حجت خدا ہو۔ خواہ وہ ظاہر و مشہور ہو۔ یا مخفی و مستور۔

جائے گا۔ کھانے والا اسے انگور ہی محسوس کرے گا۔ مگر جادوگر کنکری کو انگور بنا کر دکھا تو سکتا ہے مگر وہ اسے کھلا نہیں سکتا۔ وہ کنکری کنکری ہی رہے گی۔ حضرت موسیٰؑ نے جب پتھر سے پانی جاری کیا تھا تو حقیقتاً تمام قوم نے سیر ہو کر پانی پیا تھا۔ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ ذوالعشیرہ میں تھوڑے سے کھانے کو بطورِ اعجاز جیب مدعوین کے سامنے پیش کیا تھا۔ تو سب نے سیر ہو کر کھایا تھا مگر جادو میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ جادو کا اثر فقط نگاہ پر ہوتا ہے۔ اصل حقیقت شی پر نہیں ہوتا۔

فرق پنجم معجزہ ہمیشہ اخیار و ابرار لوگوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ بھی مقرون بالدعوے مگر جادو کا اثر فساق و فجار اور اشرار کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ و بینہما بون بعید۔

نبی و رسول میں کیا فرق ہے؟ نبی و رسول کے لغوی معانی میں تو کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ مگر ان کے اصطلاحی معنوں میں فی الجملہ فرق ہے۔ اب وہ فرق کیا ہے؟ اس سلسلہ میں متعدد فرق بیان کئے گئے ہیں۔ عام طور پر کتب کلامیہ میں مشہور یہ ہے کہ نبی اس برگزیدۂ خدا بندے کو کہا جاتا ہے۔ جو منجانب اللہ ارشاد و تبلیغ کے عہدہ پر مامور ہو اگرچہ کوئی نئی شریعت و کتاب نہ رکھتا ہو۔ بلکہ کسی اور صاحب شریعت کی شریعت کا مبلغ ہو۔ اور رسول اور اس برگزیدۂ خدا بندے کو کہا جاتا ہے۔ جو منجانب اللہ عہدۂ پیامبری پر فائز ہو اور مستقل شریعت و کتاب بھی رکھتا ہو۔ اس طرح ان کے درمیان باصطلاحِ اہلِ منطق عام خاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہر رسول نبی ضرور ہوتا ہے مگر ہر نبی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ رسول بھی ہو۔ (اوائل المقالات وغیرہ) مگر جو کچھ احادیث اہل بیت نبوی سے مستفاد ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نبی وہ ہے جو خواب میں فرشتہ کو دیکھتا ہے اور آواز کو سنتا ہے مگر عالم بیداری میں بحالتِ وحی اس کو نہیں دیکھتا۔ اور رسول وہ ہے جو خواب میں فرشتہ کو دیکھتا ہے آواز

معصوم اور نعتقد ان حجة الله فی ارضه و خلیفته فی عباده فی زماننا هذا هو القائم المنتظر محمد ابن الحسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیهم السّلام وانه

ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ اس وقت زمین میں حجتِ خدا اور اس زمانہ میں بندوں پر خلیفہ برحق حضرت قائم منتظر محمدؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام ہیں۔ یہی وہ بزرگوار ہیں۔

متعدد احادیث اصول کافی وغیرہ کتب معتمدہ میں مذکور ہیں۔

انبیاء کی تعداد کتنی ہے؟

انبیاء کی تعداد کے سلسلہ میں اخبار و آثار میں قدرے اختلاف ہے اس لئے اس سلسلہ میں اگرچہ حتمی ویقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ ہاں مشہور بین الفریقین یہی ہے کہ ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ جس طرح متن رسالہ میں مذکور ہے۔ ان میں ایک سو تیرہ حضرات رسول ہیں۔ اور پانچ اولی العزم اور باقی صرف نبی ہیں۔ قرآن مجید میں بالصراحت یعنی نام بنام تو فقط چھبیس نفوس قدسیہ کا تذکرہ موجود ہے۔ جن کی نبوت مسلم ہے۔ باقی کے متعلق قرآن اجمالاً اتنا بیان کرکے خاموش ہو جاتا ہے کہ منهم من قصصنا علیك ومنهم من لم نقصص علیك (سورہ مومن پ ۲۴ ع ۱۲) یعنی بعض انبیاء کا تذکرہ ہم نے کیا ہے۔ اور بعض کا نہیں کیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں کئی مقامات پر وارد ہے۔ کہ خدا کی رشد و ہدایت اور سلسلہ انبیا کا اجراء کسی خاص قوم و ملک کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ بلکہ تمام اقوام اور ممالک اس سرچشمہ فیض سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ولکل امة رسول (سورۃ یونس پ ۱۱ ع ۱۰) ہر ایک قوم کے لئے رسول ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے ولقد بعثنا فی کل امة رسولاً (سورۃ نحل پ ۱۴ ع ۱۱) ہم نے ہر قوم کی طرف رسول بھیجا۔ ایک اور جگہ وارد ہے وان من امة الا خلا فیها نذیر (سورۃ فاطر پ ۲۲ ع ۱۵) کوئی ایسی قوم نہیں جس پر ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ ایک اور مقام پر یوں مرقوم ہے وکم ارسلنا من نبی فی الاولین (سورہ زخرف پ ۲۵ ع ۷) ہم نے پہلی قوموں میں کتنے ہی پیغمبر بھیجے ایک اور جگہ فرمایا ولکل قوم هاد (سورہ پ ۱۳ ع ۷) ہر قوم کے لئے ہادی آیا۔ ان آیاتِ مبارکہ سے اس منصب جلیل کے عہدہ داروں کی کثرت کا اجمالی علم تو ہو جاتا ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے تمام بڑے بڑے ممالک و اقوام میں نبی مبعوث ہو چکے تھے۔ اسی بنا پر

هوالذی اخبر به النبیؐ عن اللہ عزوجل باسمہ ونسبہ وانہ هوالذی یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً وانہ هوالذی یظهر به دینہ لیظهرہ علی الدین کلہ ولوکرہ المشرکون وانہ هو الذی یفتح اللہ علی یدیہ

جن کے نام و نسب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی۔ آپ ہی دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے۔ جس طرح کہ وہ اس سے پہلے ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ آپ ہی وہ مقدس ہستی ہیں۔ جس کے ذریعے سے خداوند عالم اپنے دین کو تمام ادیانِ عالم پر غالب فرمائے گا۔ اگرچہ مشرک اسے ناپسند ہی کریں۔ خداوند عالم انجناب کے ہاتھ پر مشرق و مغرب تک تمام روئے زمین کو فتح کردے گا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ ہندوستان کے کرشن اور چین بلکہ ایران کے زرتشت بلکہ بعض نے بدھ تک پیغمبر کہا ہے اگرچہ امکان میں کلام نہیں۔ لیکن یقین کے ساتھ تعین نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ایسے امور میں یقین کا ذریعہ وحی ہے اور وہ اس تشخیص و تعیین سے خاموش ہے (سیرۃ النبی) اور تفصیل میں اگرچہ فی الجملہ اختلاف ہے۔ جیسا کہ اوپر اشارہ ہو چکا ہے۔ مگر مشہور و منصور وہی نظریہ ہے۔ جو متن رسالہ میں مذکور ہے۔ کہ ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں پانچ بزرگوار اولوالعزم ہیں تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض۔ (سورۃ بقرہ پ۳ ۱۴)

اولوالعزم کا مطلب کیا ہے؟

اس امر کے بارے میں جو کچھ احادیثِ معصومین علیہم السلام سے مستفاد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اولوالعزم سے مراد وہ بزرگوار ہیں جو شریعت مستقلہ کے حامل تھے۔ نیز ان میں سے ہر لاحق کی شریعت سابق کی شریعت کی ناسخ تھی۔ اور وہ اپنی دعوت میں صاحب عزیمت و استقامت اور اس سلسلہ میں مصائب و شدائد برداشت کرنے میں بہت زیادہ متحمل مزاج اور بلند حوصلہ تھے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور سرکار خاتم الانبیاء علیہ وعلی آلہ افضل التحیۃ والثناء فشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ لا تنسخ الی یوم القیامۃ ولا نبی بعدہ الی یوم القیامۃ فمن ادعی النبوۃ بعد نبینا او اتی بعد القرآن بکتاب فدمہ مباح لکل من سمع ذلک منہ (علل الشرائع ج ۱ ص ۱۱)

افضلیت رسول خدا بر جمیع انبیاء

جناب سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام انبیاء و مرسلین بلکہ تمام کائنات عالم پر افضلیت و اشرفیت امت اسلامیہ کا مسلّم مسئلہ ہے۔ مسلمان اس عقیدہ کے اثبات کے سلسلہ میں دیگر ارباب ملل و مذاہب

مشارق الارض ومغاربها حتی
لا یبقی فی الارض مکان الا
نودی فیه بالاذان یکون الدین کله لله
وانه هو المهدی اخبر به النبی
وانه اذا نزل عیسیٰ بن مریم
فصلی خلفه ویکون المصلی اذ صلی
خلفه کمن کان مصلیا خلف رسول الله

یہاں تک کہ روئے زمین پر کوئی ایسی جگہ باقی نہ رہے گی۔
جہاں سے اذان کی آواز نہ آئے گی۔ ساری دنیا میں بس خدا
کے دین کا ہی ڈنکا بجے گا۔ یہ وہی مہدی موعود ہیں جن کی
بطور پیشین گوئی حضرت رسول خدا صلعم نے خبر دی تھی جب
آپ ظہور فرمائیں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم
علیہما السلام بھی (آسمان سے) اتریں گے۔ اور ان کے پیچھے
نماز پڑھیں گے۔ آنجناب کے پیچھے نماز پڑھنے والا
جناب رسولؐ خدا کے پیچھے نماز پڑھنے والے کی مانند ہوگا۔

سے بہت مناظرے کرچکے ہیں۔ اور اس موضوع پر بہت کچھ لکھا بھی جا چکا ہے۔ اور دلائل قاطعہ سے اسے محقق و مبرہن کیا جا چکا ہے۔ یہاں تفصیل میں جانے کی تو گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے اختصار کے ساتھ بعض اجمالی دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

دلیل اوّل:۔ یہ امر اپنے مقام پر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ جناب رسالتمآب اور ان کی عترتِ اطیابؑ باعثِ خلقتِ کائنات ہیں جیسا کہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے اپنے اسی رسالہ اعتقادیہ میں فرمایا ہے۔ ان الله خلق الخلق له (النبیؐ) ولاهلبیته ولولاهم لما خلق الله ادم ولا حوا ولا الجنة و لا النار ولا الارض ولا السماء ولا شیئاً مما خلق صلوات الله علیهم اجمعین۔ ایسا ہی حضرت علامہ مجلسیؒ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں افادہ فرمایا ہے کہ فهم المقصودون فی ایجاد عالم الوجود۔ اور یہی مشہور حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک کا مفاد ہے پس معلوم ہوا کہ از جبروت تا ملکوت اور از عرش تا فرش اور از سماک تا سمک تمام حیوانات و جمادات اور نباتات بلکہ حضرتِ انسان بلکہ افتخارِ انسانیت انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا وجود بھی سرکار محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کے وجود ذی جود کے طفیل ہے۔ اور ان بزرگواروں کا وجود بالذات مقصود ہے۔ ظاہر ہے کہ مقصود بالذات کو مقصود بالتبع پر افضلیت حاصل ہوتی ہے۔

دلیل دوئم:۔ یہ امر بھی روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہے۔ کہ خلاق عالم نے جس قدر فضائل و محامد اور مناقب و معاجز تمام انبیاء و مرسلین کو فرداً فرداً مرحمت فرمائے تھے۔ وہ تمام کمالات و معجزات مع شئے زائد جناب سرور کائناتؐ کی ذات مجمع کمالات میں سمیٹ کر ودیعت فرمائے۔ اگر خوفِ طوالت

لانہ خلیفۃ ونعتقد انہ لایجوز ان یکون القائم غیرہ بقی فی غیبۃ مابقی ولو بقی غیبۃ عمر الدنیا لم یکن القائم غیرہ لان النبی والائمۃ دلوا علیہ باسمہ ونسبہ وبہ نصوا وبہ بشروا صلوات اللہ علیہم اجمعین	کیونکہ وہ جناب رسولؐ خدا کے خلیفہ اور انؐ کے وصی ہیں۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ آنجناب کے سوا کوئی اور شخص قائم (آلِ محمدؐ) نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ مدتِ دراز تک ہی کیوں نہ غائب رہیں۔ بلکہ اگر ان کی غیبت کا سلسلہ زندگانی دنیا تک بھی دراز ہو جائے۔ تب بھی ان کے علاوہ کوئی اور شخص قائم (آلِ محمدؐ) نہیں ہو سکتا کیونکہ جناب رسولؐ خدا اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے ان ہی کا نام و نسب بتایا ہے۔

اور انہی (کی خلافت) پر نص فرمائی ہے۔ اور انہی (کے ظہور) کی بشارت دی ہے۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

دامنگیر نہ ہوتا تو یہاں بعض انبیاء کے ساتھ جناب کا تقابل کر کے اس امر کو مبرہن کیا جاتا۔ مگر آنجا کہ عیاں است چہ حاجت بیاں است۔ تفصیل کے شائقین کتب مفصلہ مثل بحار الانوار جلد ششم اور کتاب انوار المواہب حصہ اول وغیرہ کی طرف رجوع کر کے تسکین قلب حاصل کر سکتے ہیں۔ ولنعم ما قیل:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس امر کا بیان فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ خداوند عالم نے انبیاء کو جس قدر معجزات عطا فرمائے وہ سب انبیاء کے دارِ دنیا سے تشریف لے جانے کے ساتھ ہی رخصت ہو گئے۔ آج نہ ید بیضا ہے نہ دم عیسیٰؑ نہ تسخیر سلیمانی ہے نہ تکلم موسوی۔ خدائے تعالیٰ نے جہاں ایسے ہزاروں معجزات آنحضرتؐ کو مرحمت فرمائے وہاں ان کو ایک ایسا معجزہ بھی عطا کیا کہ آپ کو دنیا سے تشریف لے گئے تقریباً چودہ سو سال ہو رہے ہیں۔ مگر وہ معجزہ بدستور سابق اب بھی موجود و مشہود ہے۔ اور قیام قیامت تک برقرار رہے گا۔ اور وہ ہے قرآن مجید جو اپنی فصاحت و بلاغت اور مطالب و معانی کی عظمت و بلندی کی وجہ سے معجزہ ہے۔ اور روزِ نزول سے اہل عالم کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ بلکہ وہ منکرین رسالت کو یہاں تک تحدی و چیلنج کرتا ہے۔ اور ان کے جذبات کو ابھارتا ہے کہ قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظہیراً۔ اس کی تفصیل بعض سابقہ ابواب میں گذر چکی ہے۔

دلیل سوم:۔ جناب رسولؐ خدا تمام عالمین کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔ (تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیراً) اور سلسلۂ انبیاء کو آپ کی ذات بابرکات پر ختم کر دیا گیا ہے۔

بنا بریں لا نبی بعدی کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں آئے گا۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہ لائے نفی جنس کیلئے ہے اس کا حقیقی مفہوم جنس کی نفی ہے۔ اگر کسی جگہ کسی داخلی یا خارجی قرینہ کی وجہ سے نفی کمال میں استعمال ہو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ہر جگہ یہی مجازی معنی مراد لیے جائیں۔ ؟ ورنہ اسی بنیاد پر کوئی تثلیث یا صنم پرست یہ کہہ دے کہ لا الہ الا اللہ۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کامل معبود نہیں ہے تو معترض کے پاس اس کا کیا جواب ہے ؟ اس طرح اگر کوئی منکرِ قرآن یہ کہہ دے کہ ذلک الکتاب لا ریب فیہ میں لا نفیٔ کمال کے لئے ہے کہ قرآن میں ریب و شک کامل نہیں ہے یعنی کچھ ناقص اور کمزور قسم کا ریب موجود ہے تو معترض اس کا کیا جواب دے گا۔ ؟ جس دلیل کی بنا پر لا الہ الا اللہ میں لا کو نفی کمال کے لئے قرار دینا ممنوع ہے۔ اسی دلیل سے لا نبی بعدی میں بھی ممنوع ہے۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب

خاتم۔ بمعنی مہر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اب جو نبی آئے گا وہ آپ کے زیر نگیں ہوگا۔ اور آپ کی مہر تصدیق سے اسے نبوت ملے گی۔ اس شبہ کی رکاکت محتاج بیان نہیں ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ یہ مجسٹریٹ کی مہر ہے یا یہ جج کی مہر ہے۔ تو کوئی صحیح الدماغ آدمی اس کا یہ مطلب لیتا ہے کہ اس مہر کے لگانے سے مجسٹریٹ یا جج بنتے ہیں ؟ تو یہاں کس طرح یہ مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔ ان معنی کے اعتبار سے جو صحیح مطلب نکلتا ہے۔ اس کو اوپر آیت پر خاتم النبیین کے ذیل میں واضح کر دیا گیا ہے۔

تیسرا شبہ اور اس کا جواب

جب کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء کہا جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس شخص کے بعد کوئی شاعر یا فقیہہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اس شخص پر ختم ہیں۔ اس شبہ کا جواب بھی ظاہر ہے کہ اگر کسی جگہ بطور مبالغہ انسانی یہ لفظ کامل یا افضل کے معنی میں استعمال ہو۔ تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ لغت کے اعتبار سے لفظ خاتم کے معنی ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں۔ اور اس کے حقیقی معنی (آخری) غلط ہو جائیں ؟ ما لکم کیف تحکمون

بجز ختمی مرتبت دیگر انبیاء پہ آئمہ ہدیٰ کی افضلیت

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی افضلیت پر بھی اوپر تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اب یہاں آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی افضلیت پر کچھ تبصرہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے علمائے متقدمین کے درمیان افضلیت آئمہ بر انبیائے سلف کے بارہ میں تین قول تھے۔ پہلا قول یہ کہ یہ حضرات سوائے جناب ختمی مرتبت کے دیگر تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ دوسرا یہ کہ انبیاء کرام آئمہ علیہم السلام سے افضل ہیں۔

تیسرا قول یہ تھا کہ انبیائے اولی العزم ان سے افضل ہیں۔ لیکن دیگر انبیاء سے یہ بزرگوار افضل ہیں۔ مگر متاخرین علماء اعلام کا پہلے قول پر قریباً قریباً اتفاق ہو چکا ہے۔ کہ آئمہ اطہار سوائے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر تمام انبیاء اولی العزم وغیرہم سے افضل و اشرف ہیں۔ اور اس عقیدہ کی صحت پر بکثرت دلائل موجود ہیں۔ ہم بنظر اختصار ذیل میں چند دلائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

دلیل اوّل۔ یہ امر اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے کہ آئمہ اہل بیت علوم قرآن نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم و فضل کے صحیح وارث و مالک ہیں بمطابق آیت مبارکہ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (ینابیع المودۃ۔ فرائد السمطین وغیرہ) اور ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کا علم تمام انبیاء و مرسلین کے علم و فضل سے زیادہ اور علوم قرآنیہ تمام کتب سماویہ کے علوم سے افزوں ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ معیار فضیلت کثرت علم مع العمل ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون بنابریں حضرات ائمہ طاہرینؑ کو انبیاءؑ و مرسلینؑ سابقین سے افضل و اشرف تسلیم کرنا پڑے گا۔

دلیل دوئم:۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے۔ کہ آپ نے فرمایا لولا ان خلق اللہ علیاً لم یکن لابنتی فاطمۃ کفو آدم فمن دونہ (عیون اخبار الرضا۔ ینابیع المودۃ وغیرہ) اگر خداوند عالم علیؑ کو پیدا نہ کرتا۔ تو میری بیٹی فاطمہ کا کوئی کفو و ہمسر نہ تھا۔ خواہ آدمؑ ہوں۔ یا دیگر انبیاء۔ ظاہر ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے رشتہ ابوت و نبوت سے قطع نظر کرکے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔ کہ جناب امیر المومنینؑ ان انبیائے سلف سے افضل ہیں۔ اسی سے دیگر آئمہ اطہارؑ کی افضلیت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ لانہم فی الفضل سواء۔ حضرت صادق علیہ السلام نے ابو صباح کنانی سے فرمایا۔ یا ابا الصباح انہ لا یجد احد حقیقۃ الایمان حتی یعلم ان لآخرنا ما لاولنا (بصائر الدرجات۔ بحار الانوار) اے ابو صباح! اس وقت تک کوئی شخص حقیقت ایمان کو پا ہی نہیں سکتا جب تک وہ یہ یقین حاصل نہ کرے۔ کہ ہمارے آخری کے لئے وہی فضل و کمال ثابت ہے جو ہمارے پہلے کے لئے ثابت ہے۔

دلیل سوئم:۔ یہ دلیل در اصل دلیل دوئم کی ہی فرع ہے۔ کہ آئمہ اہل بیتؑ کے علوم و کمالات انبیاء کے علوم و کمالات سے اتم و اکمل ہیں۔ بکثرت احادیث میں وارد ہے۔ کہ اسم اعظم کے کل تہتر حرف ہیں۔ جناب آدمؑ کو پچیس حرف عطا ہوئے تھے۔ اور جناب نوحؑ کو پندرہ۔ جناب موسیٰؑ کو پانچ حرف اور جناب ابراہیمؑ کو آٹھ حرف اور جناب عیسیٰؑ کو صرف دو حرف۔ اسی طرح کسی نبی کو ایک حرف اور کسی کو دو وعلیٰ ہذا القیاس اور انہی کے ذریعہ سے ان کے کمالات بھی وقوع پذیر ہوتے تھے۔ لیکن جناب سرور کائناتؐ کو بہتر حروف مرحمت ہوئے۔ فقط ایک حرف خلاق عالم نے اپنے علم مخزون میں رکھا۔ اور یہ جو اسماء آنحضرتؐ کو عطا

ہوئے۔ وہ حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرف منتقل ہوئے۔ (اصول کافی۔ بحار۔ بصائر الدرجات وغیرہ) اسی وجہ سے ان کے معجزات و کمالات زیادہ ہیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ان کا مقام انبیائے سلف سے بلند تر ہے۔

دلیل چہارم:۔ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ حدیث فریقین کی کتب میں موجود ہے کہ آپ نے فرمایا۔ من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی زہدہ والی ابراھیم فی خلتہ والی موسیٰ فی ھیبتہ والی عیسیٰ فی تقواہ فلینظر الی علی بن ابی طالبؑ (سنن بیہقی۔ ینابیع المودۃ وغیرہ) جو شخص چاہتا ہے کہ آدمؑ کا علم و فضل، نوحؑ کا حلم، ابراہیمؑ کی خلت و محبت۔ موسیٰ کی ہیبت و جلالت اور حضرت عیسیٰؑ کا تقویٰ و طہارت دیکھے وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دیکھ لے۔ جس سے افضلیت علیؑ واضح و عیاں ہے۔ کیونکہ جو بزرگوار مختلف حضرات کے انفرادی کمالات کا جامع ہو گا۔ وہ یقیناً ہر ایک سے افضل و اعلیٰ ہو گا۔ اور ابھی اوپر واضح کیا جا چکا ہے کہ سب آئمہ اہل بیتؑ فضل و کمال میں برابر ہیں (وان کان لعلی مقامہ)

دلیل پنجم:۔ بصائر الدرجات سابع بحار الانوار وغیرہ کتب معتبرہ میں اس قسم کی متعدد احادیث موجود ہیں۔ کہ تمام انبیاء کو اس وقت تک نبوت عطا نہیں ہوئی۔ جب تک کہ انہوں نے خدا کی توحید اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت کے ساتھ ساتھ آئمہ طاہرینؑ کی امامت کا اقرار نہیں کیا۔ اسی طرح نام بردہ کتب میں انبیاء کرام کا مشکلات و مصائب میں ان حضرات قدسی صفات کو بارگاہ قدرت میں شفیع و وسیلہ بنانا بھی ثابت ہے۔ اس سے بھی ان کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ ہم اس موضوع پر ایک مفصل و مدلل مضمون محمد یہ جنتری سرگودھا ۱۹۶۵ء میں لکھ چکے ہیں۔ شائقین تفصیل اس کی طرف رجوع کریں۔

ازالہ شبہ افضلیت آئمہ بر انبیائے ماسلف کے متعلق ایک شبہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ انبیاء کے برابر کسی اور کا ثواب نہیں ہو سکتا لہٰذا کوئی غیر نبی کسی نبی سے افضل بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ شبہ بچند وجہ باطل ہے۔

اوّلاً۔ یہ مسلم ہی نہیں کہ معیار افضلیت کثرت ثواب ہے۔ کیونکہ قرآن سے تو معیار افضلیت کثرت علم و طاقت معلوم ہوتا ہے۔ ان اللہ اصطفاہ علیکم و زادہ بسطۃً فی العلم والجسم۔ لہٰذا یہ شبہ بناء فاسد بر فاسد کا مصداق ہے۔

ثانیاً یہ نظریہ کہ کبھی غیر نبی کا ثواب نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ خود معترض کی روایات کے خلاف ہے۔ ان کی بکثرت روایات سے غیر انبیاء کے ثواب انبیاء سے زیادہ مرقوم ہیں۔ چنانچہ احیاء العلوم میں مرقوم ہے روی عن ابن مسعود من طلب العلم لیحدث الناس ابتغاء وجہ اللہ اتاہ اللہ اجر سبعین نبیاً۔ جو شخص اس غرض سے علم حاصل کرے کہ خدا کی خوشنودی کے لئے لوگوں کو حدیثیں سنائے تو خدا اسے ستر نبی کا اجر و ثواب عطا کرے گا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں۔ من تعلم باباً من العلم لیعلم الناس

اعطی ثواب سبعین نبیاً و صدیقاً۔ جو شخص علم کا کوئی باب اس مقصد کے تحت حاصل کرے کہ لوگوں کو علم پڑھائے گا تو خداوند عالم اسے ستر نبی و صدیق کا ثواب عطا کرے گا۔ پس جب بنا بر روایات اہل سنت بعض عام افراد امت کا اجر و ثواب ستر ستر انبیاء کے برابر ہو سکتا ہے۔ تو آئمہ اہل بیتؑ کی افضلیت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جو صرف سادات امت ہی نہیں بلکہ خیر البریہ ہیں۔

ثالثاً۔ بنا بر تسلیم آنکہ غیر نبی کا ثواب نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم نبیؑ اور اس کی امت کے لوگوں کے ساتھ مختص ہے۔ مطلب یہ کہ نبی جن لوگوں کا نبی ہے وہ ان سب سے ضرور افضل ہوگا۔ اس حکم میں عمومیت نہیں ہے۔ لہٰذا چونکہ حضرات آئمہ معصومینؑ ان انبیائے ماسلف کی امت میں داخل نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کا اجر و ثواب گذشتہ انبیاء سے زائد ہو۔ اور اس قاعدہ کی رُو سے بھی وہ ان سے افضل ہوں۔ تو اس میں کوئی جائے تعجب نہیں ہے۔

آئمہ اہل بیتؑ کی امامت و خلافت کا اثبات

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی خلافت و امامت کی نصوص اس قدر کثیر التعداد ہیں۔ کہ ان سب کے لئے ایک ضخیم جلد بھی ناکافی ہے۔ علماء اعلام نے اس سلسلہ میں عربی۔ فارسی اور اردو وغیرہ میں بہت سی کتب لکھی ہیں۔ ہم نے بھی اس موضوع پر دو کتابیں بنام (۱) تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین (۲) اثبات امامۃ الائمۃ الاطہار فی ضوء العقل والآیات والاخبار لکھی ہیں۔ جن میں ان نصوص مبارکہ کا کافی ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے اور عقلی و نقلی ادلہ قاطعہ و براہین ساطعہ سے مخالفین اہل بیت کی خلافت کو باطل کر کے آئمہ اہل بیتؑ کی خلافت و وصایت کو ثابت کیا گیا ہے۔ یہاں اس موضوع پر کچھ تفصیلی تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اس مطلب کی تحقیق کو ہم اپنی نامبردہ کتب کے حوالہ کرتے ہیں۔ اب جب کہ احسن الفوائد طبع ثانی کے لئے پریس میں بھیجی جا رہی ہے۔ اثبات الامامت طبع ہو کر اہل ایمان کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے والحمد للہ تاں محض اس خیال سے کہ یہ کتاب مستطاب بھی نصوص امامت آئمہؑ سے بالکل خالی نہ رہ جائے بطور تبرک و تیمناً دو آیات اور دو روایات لکھ کر مختصر طور پر ان کی تقریب استدلال پیش کی جاتی ہے۔

پہلی آیت مبارکہ

ارشاد قدرت ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۃ نساء پ ۵) اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان ذوات کی جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔ یہ امر اپنے مقام پر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے۔ کہ صیغہ امر وجوب میں حقیقت ہے۔ جب تک استحباب کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اسے وجوب پر ہی محمول کیا جاتا ہے۔ بنا بریں یہاں اسے وجوب پر حمل کرنے کے لئے اگرچہ استحباب کے قرینہ کا نہ ہونا ہی کافی تھا۔

چہ جائیکہ یہاں تو خود وجوب پر قطعی قرینہ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا و رسول کی اطاعت بالاتفاق واجب ہے اور چونکہ اطاعتِ اولی الامر بھی اطاعت خدا و رسول کے ساتھ مقرون ہے لہٰذا وہ بھی واجب و لازم ہی ہوگی۔ نیز یہ حقیقت ظاہر ہے کہ اطاعتِ خدا و رسول کسی خاص زمان و مکان کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ ہر زمان و ہر مکان اور ہر حال میں ہر مکلف پر واجب ہے۔ اسی طرح اطاعت اولی الامر بھی ہر زمان و ہر مکان اور ہر حال میں ہر شخص پر لازم ہوگی۔ یہ امر بھی محتاج دلیل نہیں ہے کہ جس بزرگوار کی اس طرح اطاعت مطلقہ واجب ہو اس کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے۔ اس حقیقت کا فخر الدین رازی جیسے امام المشککین نے بھی اقرار کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵۷ طبع اسلامبول پر رقمطراز ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ امر بطاعۃ اولی الامر علی سبیل الجزم فی ھذہ الاٰیۃ ومن امر اللہ بطاعتہ علی سبیل الجزم والقطع لا بد وان یکون معصوماً عن الخطاء یعنی خداوند عالم نے اس آیت مبارکہ میں وجوبی طور پر اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور جس کی اطاعت وجوبیہ کا خداوند عالم حکم دے۔ اس کے لئے معصوم عن الخطاء ہونا ضروری ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ اولی الامر کو مثل رسولؐ عصمت و طہارت کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہونا چاہیئے اور یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح و آشکار ہے کہ امت محمدیہ میں سوائے آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے اور کوئی بھی شخص معصوم و مطہر نہیں ہے۔ ہاں ان ذواتِ مقدسہ کی عصمت و طہارت قرآن کریم احادیث سید المرسلینؐ اور عقل سلیم کی روشنی میں محقق و مسلّم ہے۔ قطع نظر دیگر آیاتِ قرآنیہ کے صرف آیتِ تطہیر ہی اس مقصد کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ (ملاحظہ ہوں صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۹ الشرف المؤبد ص ۶۷ در منثور ج ۵ ص ۱۹۸ صواعق محرقہ ص ۸۵ ینابیع المودۃ ص ۲۳۵ طبع بمبئی وغیرہ) اور جہاں تک احادیث کا تعلق ہے وہ بھی بکثرت ہیں صرف بطور نمونہ ایک حدیث ملاحظہ ہو۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا وعلی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسینؑ مطہرون معصومون" میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علی اور حسن حسین اور حسینؑ کے نو فرزند سب کے سب مطہر اور معصوم ہیں (فرائد السمطین ج ۲ باب ۳۱ ینابیع المودۃ باب ۷۷ ص ۱۴۴)۔ لہٰذا وہ بزرگوار اولوالامر کے مصداق ہوں گے۔ ان مقدمات کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اس آیۂ وافی ہدایہ کی آئمہ اہل بیتؑ کی خلافت و امامت پر دلالت محتاج بیان نہیں رہتی۔ معمولی عقل و دانش رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ جس بزرگ کی اطاعت مطلقہ واجب و لازم ہو۔ وہ یا نبی ہو سکتا ہے۔ یا اس کا وصی لیکن چونکہ اولوالامر نبی تو ہیں نہیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ اوصیاء نبی ہیں۔ وھو المقصود۔

دوسری آیت مبارکہ ارشاد رب العزت ہے۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ

نوسو بارہ برس لکھی ہے۔ اور حضرت نوحؑ کے متعلق تو خود قرآن میں موجود ہے۔ کہ ساڑھے نوسو برس تک اپنی قوم کو دعوتِ رشد و ہدایت دی (لبث فیھم الف سنة الا خمسین عاماً آیت سورہ عنکبوت ۱۴) اس سے قبل کتنا عرصہ گذرا اور ہلاکتِ قوم کے بعد کتنی مدت تک زندہ رہے؟ اس کے متعلق قرآن خاموش ہے۔ مجموعی طور پر اڑھائی ہزار سال کے اقوال ملتے ہیں۔ بنابر قاعدۂ مسلّمہ ادل دلیل علی امکان الشیٔ وقوع الشیٔ کسی چیز کے ممکن ہونے کی بڑی دلیل اس کا وقوع پذیر ہونا ہے۔ حضرت حجۃ بن الحسنؑ کی طول العمری پر اعتراض کرنا بالکل ہی لغو و عبث ہے۔ جب کہ ان سے پہلے اسی عالم میں بہت سے طویل العمر لوگ گذر چکے ہیں۔ موجودہ سائنسی دور میں تو بعض ڈاکٹروں نے تحقیق کی ہے۔ کہ ایک انسان اگر اصولِ حفظانِ صحت کی پابندی کرے۔ تو وہ ہزارہا سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ بنابریں حقائق اس شبہ کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟

دوسرا شبہ اور اس کا جواب

ایسے امام غائب کے وجود کا کیا فائدہ ہے۔ جسے نہ ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان سے مسائل دریافت کر سکتے ہیں۔ اس شبہ کا اجمالی جواب یہ ہے کہ وجودِ امامؑ کے فائدہ کو فقط مسائل بیان کرنے میں منحصر قرار دینا کوتاہ اندیشی کی دلیل ہے۔ ورنہ اربابِ بصیرت جانتے ہیں کہ ان کے وجودِ مسعود کا فائدہ فقط مسائلِ دینیہ بیان کرنے میں منحصر نہیں ہے۔ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے کہ زمین و زمان کا قیام و دوام وجودِ حجت وامام سے وابستہ ہے۔ لہٰذا یہی کیا کم فائدہ ہے کہ ان کے طفیل سب کائنات موجود ہے۔ اسی بناء پر محقق طوسیؒ نے تجرید میں لکھا ہے۔ وجود الامام لطف وتصرف لطف آخر وعدمہ منا امام کا وجود لطفِ خداوندی ہے۔ اور ان کا ظاہری تصرف یہ خدا کا دوسرا لطف ہے اور اس تصرف کا نہ ہونا ہماری وجہ سے ہے۔ "خود کردہ را علاجے نیست" علاوہ بریں اربابِ دانش و بینش جانتے ہیں۔ کہ ہدایت یا گمراہی کے لیے ہادی یا مضل کا آنکھوں کے سامنے موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ خداوندِ عالم غائب رہ کر ہدایت کرتا ہے اور شیطان مخفی رہ کر گمراہ کرتا ہے۔ تو امامِ زمانؑ مخفی و مستور رہ کر فریضۂ ہدایت کیوں انجام نہیں دے سکتا۔ خود امام العصرؑ سے پوچھا گیا تھا کہ آپ کی غیبت کے زمانہ میں آپ کے وجودِ مسعود سے لوگ کس طرح استفادہ حاصل کریں گے؟ امامِ عالی مقام نے فرمایا۔ کالشمس اذا غیبتھا السحاب جس طرح لوگ آفتاب

معصومون مطهرون من کل دنس وانهم لایذنبون ذنبا لاصغیراً ولا کبیراً ولایعصون اللہ ما امرھم

کہ وہ سب کے سب معصوم من الخطاء اور ہر قسم کی نجاست (گناہ و عصیان) سے مبرا ہیں۔ وہ نہ تو کوئی گناہ کبیرہ کرتے ہیں اور نہ صغیرہ۔ یہ بزرگوار امرِ خداوندی کی نافرمانی نہیں کرتے۔

سے فائدہ حاصل کرتے ہیں جب کہ وہ بادل کے نیچے چلا جائے (احتجاج طبرسی۔ بحار جلد ۱۳۔ ینابیع المودۃ ج ۲ ص ۱۶۹) فقد منا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباءً منثوراً۔

چھتیسواں باب عصمتِ انبیاءؑ و آئمہؑ اور ملائکہ کا بیان

عصمتِ انبیاء میں مسلمانوں کے اختلافات کا اجمالی بیان

اگرچہ بعض سابقہ مباحث میں اجمالاً اس مطلب پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ مگر چونکہ حضرت مصنفِ علام نے اس مطلب کے اثبات کے لئے مستقل عنوان قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم بھی اس سلسلہ میں قدرے تفصیل کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔ سو واضح ہو کہ عصمت انبیاء کے متعلق مسلمانوں کے درمیان کئی ایک اختلافات موجود ہیں۔ برادرانِ اسلامی میں سے بعض حضرات تو سرے سے انبیا کو معصوم ہی نہیں سمجھتے بلکہ ان کے لئے خطاء و اجتہاد کو جائز سمجھتے ہیں۔ اور بعض کفر و عصیان میں فرق کرتے ہیں کہ انبیاء کے لئے کفر تو جائز نہیں مگر دیگر گناہ کر سکتے ہیں۔ اور بعض گناہ کبیرہ و صغیرہ میں فرق تبلاتے ہیں کہ ان کے لئے گناہ کبیرہ کا ارتکاب ناجائز اور صغیرہ کا صدور جائز ہے اور بعض عمد و سہو کا فرق بیان کرتے ہیں کہ ان کے لئے عمداً ارتکاب معصیت ناجائز مگر سہواً جائز ہے اور بعض قبل و بعد نبوت کا فرق ظاہر کرتے ہیں کہ قبل اظہار نبوت انبیاء سے معاذ اللہ ہر گناہ حتی کہ کفر بھی صادر ہو سکتا ہے مگر بعد از دعوائے نبوت ارتکاب گناہ نہیں کرتے الی غیر ذالک من الھذیانات۔ بہر کیف عصمت انبیاء و آئمہ کے بارے میں صحیح اسلامی عقیدہ وہی ہے جو حضرات شیعہ خیر البریہ کا ہے کہ انبیاء کرام کا دامن اول عمر سے لے کر آخر عمر تک تمام گناہان کبیرہ و صغیرہ کی آلائش سے منزہ و مبرا ہوتا ہے وہ نہ عمداً ارتکاب گناہ کرتے ہیں اور نہ سہواً۔ نہ علماً اور نہ جہلاً۔ نہ خطأً و تاویلاً نہ قولاً و فعلاً۔ نہ قبل اعلان نبوت اور نہ اس کے بعد۔ حضرات شیعہ کا یہی عقیدہ ملائکہ کرام اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے بارے میں بھی ہے۔ اور اس عقیدہ کی صحت و صداقت پر بیسیوں عقلی و نقلی ادلہ ساطعہ و براہین قاطعہ

ویفعلون مایؤمرون و من نفی عنهم العصمة فی شیٔ من احوالهم فقد جهلهم و من جهلهم فهو کافر و اعتقادنا فیهم انهم معصومون

(بلکہ) جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اسی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ جس شخص نے ان حضرات کی عصمت کا جس حیثیت سے بھی انکار کیا وہ ان کے مرتبہ اور شان سے جاہل ہے اور جو ان سے جاہل ہے (ان کی معرفت نہیں رکھتا) وہ کافر ہے۔ ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ تمام بزرگوار ابتداء سے انتہا تک معصوم

قائم کئے جا چکے ہیں۔ ہم نے بھی اپنی کتاب اثبات امامة الائمة الاطہار میں کافی شرح و بسط کے ساتھ اس موضوع پر بحث کی ہے اور اس مطلب کے اثبات پر ادلہ قاطعہ ذکر کئے ہیں۔ شائقین تفصیل اس کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

عصمت کی اصلاحی تعریف

قبل اس کے کہ عصمت انبیاء و آئمہ پر دلائل پیش کئے جائیں پہلے عصمت کے صحیح مفہوم کا بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے عصمت کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں لیکن اس کی سب سے جامع و مکمل تعریف یہ ہے کہ العصمة هی لطف الله یفعل الله بمن یشاء من عباده بحیث لایکون له معها داع الی ترک الطاعة و ارتکاب المعصیة۔ یعنی عصمت ایک لطف و عنایتِ خداوندی ہے کہ جب خدا اپنے مخصوص بندوں میں سے کسی کے ساتھ یہ لطف فرماتا ہے تو اس کے سبب سے وہ نہ کوئی اطاعت ترک کرتا ہے اور نہ کسی چھوٹی یا بڑی معصیت کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ انبیاء و آئمہ کی عصمت و طہارت اختیاری ہوتی ہے یعنی باوجودیکہ وہ ترکِ طاعت اور ارتکاب معصیت پر قدرت رکھتے ہیں۔ مگر اسے اپنے ارادہ و اختیار سے عمل میں نہیں لاتے۔ وهم بامره یعملون۔ وہ اسی (خدا) کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور اسی بناء پر لائق مدح و ستائش ہیں۔

عصمت انبیاء کی پہلی دلیل

اب ہم ذیل میں اس موضوع پر چند ادلہ بیان کرتے ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر انبیاء معصوم و مطہر نہ ہوں تو ان کی بعثت کی غرض و غایت ضائع ہو جائے گی۔ نہ ان کی بات مسموع ہو گی۔ نہ لوگ اس کے مطیع و منقاد ہوں گے۔ بلکہ ان خویشتن گم است کرا رہبری کند والا معاملہ ہو جائے گا اور ان پر خداوند عالم کی یہ تہدید و وعید منطبق ہو گی۔ اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو فراموش کر رہے ہو؟ لوگ یہ کہہ

[illegible]

موصوفون بالکمال والتمام والعلم من اوائل امورهم واواخرها، لایوصفون فی شئی من احوالهم بنقص ولاعصیان ولاجهل

اور صفاتِ کمال و تمام و علم و فضل سے متصف ہیں۔ اور اپنے تمام احوال و کوائف میں سے کسی حالت میں بھی نقص، جہالت اور معصیت وغیرہ نقائص سے متصف نہیں ہوتے۔

کرتے ہو۔ ان کے احکام کو ٹھکرا دیں گے اور انبیاء کو مجبوراً خاموش ہونا پڑے گا۔ اور کوئی حکیم ایسا کام نہیں کرتا جس سے اس کا مقصد فوت ہو جائے اور نقضِ غرض لازم آئے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ انبیاء کو معصوم ہونا چاہیئے۔ وھو المطلوب۔

دوسری دلیل اگر انبیاء علیہم السلام سے گناہ صادر ہو تو وہ معاذ اللہ فاسق قرار پائیں گے۔ کیونکہ خدا کی حکم عدولی کرنے والے فاسق ہوتے ہیں۔

اور بنص قرآنی فاسق کی شہادت معمولی دنیوی امور میں بھی قابل قبول نہیں کما قال عزّ من قائل ان جاءکم فاسق بنباءٍ فتبینوا۔ چہ جائیکہ دین و شریعت کے معاملہ میں اس کی بات پر اعتماد کیا جائے؟ اور اسے دین و دنیا کا حاکم علی الاطلاق تسلیم کیا جائے ان ھٰذا الا اختلاق کوئی حکیم اور فہیم انسان ہرگز ایسا کام نہیں کر سکتا چہ جائیکہ حکیم مطلق و خالق عقل ایسے امر قبیح کا ارتکاب کرے تعالیٰ عما یقول الظالمون علواً کبیرا۔

تیسری دلیل اگر انبیاء سے صدور گناہ جائز تسلیم کیا جائے تو چونکہ منجملہ گناہوں کے ایک گناہِ عظیم جھوٹ بولنا بھی ہے۔ لہٰذا اس کا ارتکاب بھی ان کے لئے جائز ہوگا اور جب ان کے لئے ارتکاب کذب جائز ہوا تو پھر ان کے وعدہ ہائے جنت اور وعید ہائے دوزخ اور ان کے اوامر و نواہی اور بیان ثواب ہائے غیر متناہی پر ہرگز کوئی وثوق و اعتماد نہیں رہ جائے گا کیونکہ اس صورت میں ان سب امور کے متعلق یہ برابر احتمال باقی ہوگا کہ شائد (معاذ اللہ) غلط بیانی کر رہے ہوں اور حقیقت کچھ بھی نہ ہو۔ لہٰذا کوئی عقلمند شخص ان کی فرمانبرداری اور متابعت کرنے پر آمادہ نہ ہوگا۔ اس طرح ان کی بعثت کا مقصد بالکل اکارت ہو کر رہ جائے گا۔ ایسا کرنا خدائے حکیم کی شانِ حکمت کے خلاف ہے۔

چوتھی دلیل اگر انبیاء سے صدور معصیت جائز ہو تو اس صورت میں اجتماع ضدین لازم آئے گا۔ اور ایک وقت میں ان کی اطاعت و نافرمانی واجب ہوگی جو عقلاً ناممکن ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ چونکہ وہ نبی ہیں لہٰذا بحیثیت نبی ہونے کے ان کی اتباع بموجب آیت ان کنتم تحبون اللہ

فاتبعونی یحببکم اللہ وما ارسلنا من نبی الا لیطاع باذن اللہ (ہم نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ سبحانہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔) ہر حال میں واجب و لازم ہوگی اور پھر چونکہ ان کے لئے ارتکاب معصیت جائز ہے اور ہر گناہگار بموجب نص قرآن ظالم ہے ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون اور حکم خدا ہے کہ لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (ظالموں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تمہیں آتش جہنم مس کرے گی) نیز اس کا ارشاد ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وینھی عن الفحشاء والمنکر (خداوند تعالی عدل و احسان کرنے کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے) لہذا اس طرح ان آیات کی روشنی میں انبیاء کی نافرمانی لازم ہوگی اور ظاہر ہے کہ متابعت اور معصیت آپس میں ضدین ہیں۔ والضدان لا یجتمعان۔ اجتماع ضدین محال و ناممکن ہے اور یہ محال عصمت انبیاء نہ ماننے سے لازم آرہا ہے۔ وما یستلزم المحال فھو محال قاعدہ ہے کہ جو چیز مستلزم محال ہو وہ خود محال اور باطل ہوا کرتی ہے۔ اس طرح عدم عصمت والا نظریہ غلط ٹھہرے گا۔ اسی لئے انبیاء کو معصوم و مطہر تسلیم کرنا پڑے گا۔

پانچویں دلیل

اگر انبیاء معصیت الٰہی کے مرتکب ہوں تو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے وہ ظالم قرار پائیں گے اور ارشاد قدرت ہے کہ لا ینال عھدی الظالمین میرا عہدۂ نبوت و امامت ظالموں کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ درجۂ نبوت پر فائز ہی نہیں ہو سکیں گے۔ لہذا اگر ان کو نبی ماننا ہے تو انہیں معصوم و مطہر ماننا پڑے گا۔ بنظر اختصار یہاں انہیں پانچ دلائل پر اکتفار کی جاتی ہے۔ اگر در خانہ کس است یک حرف بس است۔

عصمت آئمہ علیہم السّلام کا اجمالی بیان

اوپر جو آدلہ و براہین عصمت انبیاء کے متعلق بیان ہوئے ہیں۔ بعینہ حرف بحرف یہی دلائل آئمہ معصومین کی عصمت کے متعلق بھی جاری و ساری ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان کی عصمت کے بارے میں ہمیں علیحدہ دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب اثبات الامامت کی طرف رجوع کیا جائے اور ملائکہ کی عصمت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اس لئے اس سلسلہ میں ہمیں دلائل پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاروت و ماروت کا قصہ جس طرح بعض غیر معتبر اسلامی کتب میں مرقوم ہے۔ وہ کتب یہود سے ماخوذ ہے اور دلائل قاطعہ عقلیہ و نقلیہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل التفات و اعتبار ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں واضح و لائح ہو گیا کہ انبیاء و آئمہ اور ملائکہ کی عصمت کا اعتقاد ضروری و لازمی ہے اور جس طرح نبی و امام کے لئے عصمت ضروری ہے۔ اسی طرح ان کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ وہ علم و فضل۔ زہد و تقویٰ۔ عقل و دانش، فہم و فراست شجاعت و شہامت۔ جود و سخاوت۔ قوت و طاقت۔ غیرت و حمیت۔ رأفت و رحمت غرضیکہ تمام صفات

باب الاعتقاد فی نفی الغلو والتفویض

قال الشیخ ابوجعفر اعتقادنا فی الغلاة والمفوضة انهم کفار باللہ جل اسمه وانهم شر من الیهود والنصاریٰ والمجوس والقدریة والحروریة ومن جمیع البدع والاهواء المضلة وانه ما صغر اللہ جل جلاله تصغیرهم لشیٔ کما قال اللہ تعالیٰ ما کان لبشر

سینتیسواں باب غلو اور تفویض کی نفی کے بارے میں اعتقاد

حضرت شیخ ابوجعفر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ غالیوں اور مفوضہ کے متعلق ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ یہ لوگ (فی الحقیقت) خداوند عالم کی ذات کے منکر ہیں اور یہ لوگ یہود، نصاریٰ، مجوس، قدریہ اور خوارج بلکہ تمام اہل بدعت اور گمراہ کن نظریات رکھنے والے فرقوں سے بدتر ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے برابر کسی فرقہ نے بھی خدا کی تحقیر و تصغیر نہیں کی۔ خداوند عالم فرماتا ہے (کسی ایسے بشر کو

کمالیہ و تفوقِ جمالیہ میں سرآمد روزگار ہوں اور تمام افرادِ امت سے افضل و اشرف ہوں نیز منفر جمیع تمام نقائص و عیوب خلقی و خلقی سے منزہ و مبرا ہوں ورنہ ترجیح مرجوح بر راجح اور تقدیم مفضول بر فاضل لازم آئے گی۔ یعنی اگر امت میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جو ان فضائل و کمالات میں اس نبی یا امام پر فوقیت رکھتا ہے تو اس افضل کو نظر انداز کرکے غیر افضل کو درجۂ نبوت و امامت پر فائز کرنے کی صورت میں خداوند عالم پر ترجیح مرجوح بر راجح اور تقدیم مفضول بر فاضل کا الزام عائد ہوگا جو اس کی شان عدالت و حکمت کے ساتھ منافی ہونے کی وجہ سے عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ ارشاد قدرت ہے افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی مالکم کیف تحکمون (سورہ یونس پ ۱۱ ع ۴) اور اس طرح اگر افرادِ امت میں کوئی ایسا فرد موجود ہو جو تمام فضائل و کمالات میں نبی و امام کا ہم پلہ اور ان کے برابر ہو تو پھر اسے نظر انداز کرکے اس کے برابر درجہ رکھنے والے کو نبی و امام بنانے سے ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جو کہ باطل ہے لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبی و امام کو ہر لحاظ سے اپنی امت و رعیت سے افضل و اکمل اور اشرف و اعلیٰ ہونا چاہیئے۔

ایک ضروری وضاحت

وہ آیات متشابہات جن کے ساتھ بالعموم منکرین عصمت بموجب والذین فی قلوبهم زیغ فیتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تاویله۔ تمسک کیا کرتے ہیں کتبِ مفصلہ و مبسوطہ میں ان کے مفصل جوابات مذکور ہیں۔ چونکہ یہ کتاب مستطاب پہلے ہی غیر معمولی طور پر طویل ہو چکی ہے۔ اس لئے اب ہم یہاں رشتۂ بیان کو کوتاہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم یہ

لبشر ان یؤتیه الله الکتب والحکم والنبوة ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون الله ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتب وبما کنتم تدرسون ولا یأمرکم ان تتخذوا الملائکة

جس کو خداوندِ عالم نے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کی ہو۔ یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ (وہ تو یوں کہتا ہے کہ) تم اللہ والے بن جاؤ جیسا کہ تم کتاب پڑھاتے اور پڑھتے ہو اور وہ تمہیں یہ حکم بھی نہیں دیتا کہ تم فرشتوں

چاہیں کہ ان تمام آیات کو جو موہم معصیت انبیاء ہیں ذکر کریں اور پھر ان کے مفصل جوابات لکھیں تو اس میں اس قدر طوالت ہو جائے گی کہ جس کے لئے اوراق کتاب متحمل نہیں ہیں۔ اس لئے ہم ان تفصیلات کو نظر انداز کر کے اسی اجمالی بیان واجب الاذعان پر اکتفا کرتے ہیں۔ جو حضرات تفصیلی دلائل اور مکمل جوابات ملاحظہ کرنا چاہیں وہ کتاب تنزیہ الانبیاء والائمہ مصنفہ حضرت علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ قدس سرہ (جس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے) اور کتاب مستطاب عصمۃ الانبیاء والائمہ مصنفہ مولانا سید ابوالقاسم الرضوی وغیرہ کتبِ مفصلہ کی طرف رجوع کریں۔ ان کتب میں ان تمام آیات متشابہات کے مفصل جوابات پیش کئے گئے ہیں جن سے معصیت انبیاء کا توہم ہوتا ہے اور اس سلسلہ کے تمام شکوک و شبہات کا مکمل ازالہ کر دیا گیا ہے۔ ان کتب جلیلہ کو دیکھنے کے بعد ایک عاقل و منصف ناظر کے لئے اس سلسلہ میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ مگر افسوس ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا؟۔

ستیسواں باب غلو اور تفویض کا بیان

شرک کی بوقلمونیاں شخصیت پرستی کا نتیجہ ہیں

تمام تاریخ ملل و مذاہب پر اجمالی نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں شرک کی ابتداء و تدریج اور اس کی بوقلمونی میں شخصیت پرستی اور افراطِ عقیدت کو بہت کچھ دخل ہے۔ شرک کی ابتداء کب اور کس طرح ہوئی؟ اور بتدریج اس کے اوضاع و اشکال میں کیا کیا تغیر و تبدل رونما ہوا؟ اس وقت اس موضوع پر سیر حاصل تبصرہ کرنا مقصود نہیں ہے۔

دنیا میں شرک کی ابتداء

اجمالاً اس قدر واضح رہے کہ حضرت آدمؑ و نوحؑ کے درمیانی زمانہ میں